16

باہم عفو اور درگزر سے کام لیں

(فرمودہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود ایک صحیح طریق عمل بیان فرمایا تھا اور وہ طریق عمل بیان فرمایا تھا جو کہ باقی تمام مذاہب کی تعلیم سے اعلیٰ اور ارفع اور اکمل ہے۔ مگر باوجود اس کے میں نے دیکھا ہے کئی لوگ اس قسم کے ہیں جو اس طریق کو چھوڑ کر اپنے لئے نئی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے خود بھی دکھ اور تکلیف میں پڑتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ ہماری جماعت اب خدا کے فضل سے روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ اور ایسے دور دراز علاقوں میں پھیل رہی ہے۔ جہاں کے لوگ پہلے ہماری جماعت کا نام بھی نہ جانتے تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا میں کسی شخص نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ انہیں جب یہ علم پہنچا تو اس کو پا کر انہوں نے اس پر غور و فکر کیا۔ بعض دفعہ اس کی مخالفت بھی کی۔ اس سے استہزاء بھی کیا۔ لیکن آخر بعض کے دل خدا تعالیٰ نے کھول دیئے اور وہ سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ دنیا کے دور دراز ممالک میں خود بخود سلسلہ اپنے لئے آپ رستہ بنا رہا ہے۔ جس طرح دریا کا پانی جب چلتا ہے۔ تو آگے سے آپ ہی رستہ بنتا جاتا ہے۔ انسانوں کے لئے سڑکیں تیار کی جاتی ہیں۔ لیکن دریاؤں کے لئے رستہ نہیں بنایا جاتا۔ دریا پہاڑوں اور جنگلوں میں خود بخود رستہ بنا کر گزر جاتے ہیں۔ ان کے آگے جو کچھ آئے اسے خود بخود ہٹا لیتے ہیں۔ غرض جس طرح دریاؤں کے لئے رستہ تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح سلسلہ احمدیہ کے لئے بھی تمام الٰہی سلسلوں کی مثال میں ان کی مشابہت میں اور ان کی مانند کسی رستہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لئے آپ ہی آپ رستہ بنتا جاتا ہے اور جماعت بڑھتی جاتی ہے نئے ممالک نئی بستیوں اور نئے براعظموں کے لوگ

قبول کرتے جاتے ہیں اور جب کسی سلسلہ کی اشاعت مختلف بلاد میں ہونی شروع ہو جاتی ہے تو تربیت کا پہلو ہمیشہ کمزور ہو تا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے زمانہ میں ان کو ماننے والوں کا جو رنگ نظر آتا ہے وہ بعد میں نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ جماعت روحانیت میں کمزور ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جماعت ایسی جگہوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جہاں تربیت پورے طور پر نہیں ہو سکتی تربیت کرنے والوں کی ذمہ داریاں اتنی وسیع ہو جاتی ہیں کہ قریب کے علاقہ کی بھی پوری پوری نگرانی نہیں کی جاسکتی اس وجہ سے بعض لوگوں کی تربیت میں کمی رہ جاتی ہے۔ اور نقص دور نہیں ہو سکتا۔ مخالفین کو ایسے لوگوں کے نقص تو نظر آجاتے ہیں۔ مگر ان ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کی خوبیاں جن کی تربیت مکمل ہوتی ہے۔ اور ان سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو ان کے آباؤ اجداد کہلاتے تھے۔ نظر نہیں آتیں۔ ان کی نیکی نا تربیت یافتہ لوگوں کی برائی کے نیچے چھپ جاتی ہے۔ جیسے ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح کمزور لوگ جو تربیت سے پورا حصہ نہیں پاتے۔ اپنے نقائص سے باقیوں کی عمدہ حالت کو بھی پوشیدہ کر لیتے ہیں۔ پس سب سے زیادہ خطرہ کسی جماعت کے لئے اس وقت ہوا ہے جب اس کی کثرت ہو جاتی ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے معاملے پڑتے ہیں۔ جن کی وجہ سے شقاق اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ تھوڑے سے ہوتے ہیں تو چونکہ ان کے تعلقات غیروں سے ہوتے ہیں۔ اس لئے لڑائی جھگڑا شقاق اور اختلاف غیروں سے ہوتا ہے۔ اس وقت ان کی نظروں میں آپس کے عیب پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ ایسی حالت میں خواہ مخواہ انہیں ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر جب امن ہو جائے اور دیر تک غیروں سے امن میں رہنے لگیں۔ تو بجائے غیروں کی عیب گیری کرنے کے آپس کی عیب جوئی میں لگ جاتے ہیں۔ جس طرح دوسرے سلسلوں کے ساتھ یہ بات لگی ہوئی تھی۔ اسی طرح ہماری جماعت کی ترقی کے ساتھ بھی یہ بات لگی ہوئی ہے اور جس طرح دوسروں کو اس فتنہ کا مقابلہ کرنا ضروری تھا اسی طرح ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا مقابلہ کریں۔ میں نے دیکھا ہے جو جماعتیں زیادہ پرانی ہیں۔ اور جن کی تعداد زیادہ ہے اور وہ اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں ان میں آپس میں شقاق کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن جہاں کے لوگ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور جماعتیں نئی ہیں۔ وہاں شقاق نہیں۔ بلکہ محبت اور پیار ہے۔ جہاں جہاں بھی تبلیغ میں سستی پائی جاتی ہے۔ چونکہ وہ لوگ کام کرنے کے تو عادی ہو چکے ہیں۔ اس لئے اگر غیروں میں کام نہیں کرتے۔ تو آپس میں ہی لڑنے جھگڑنے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے میں دوستوں کو اس

طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیشہ سچی کامیابی روحانیت سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس ایمان کا نتیجہ آخر میں بگاڑ اور شقاق اور اختلاف ہو معلوم ہوا وہ حقیقی ایمان نہ تھا۔ اس میں کوئی عیب کوئی کمزوری اور کوئی نقص ضرور تھا۔

میں نے بہت دفعہ تحقیق کر کے دیکھا ہے جتنے جھگڑے اور اختلاف ہوتے ہیں ان کی وجہ ایسی حقیر اور معمولی ہوتی ہے کہ حیرت آتی ہے عقلمند انسان کس طرح اس کی بنا پر جھگڑا پیدا کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی سمجھدار اور معاملہ فہم شخص اس جھگڑے کے فیصلہ کے لئے بھیجا گیا تو بہت جلدی اس کا خاطر خواہ فیصلہ ہو گیا۔ اس وقت وہی لوگ حیرت سے کہتے ہیں۔ بہت جلدی فیصلہ ہو گیا۔ حالانکہ فیصلہ جلدی ہونے پر تعجب نہیں۔ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس معمولی سی بات پر لڑائی اور جھگڑا کیوں ہوا۔ بات یہ ہوتی ہے کہ جب ایک سمجھ دار شخص اس معاملہ کو ان کے سامنے رکھتا ہے تو چونکہ وہ بہت معمولی ہوتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی فطرت اور عقل ان کو ملامت کرتی ہے کہ اتنی سی بات پر لڑائی جھگڑا کیسا۔ اور ان کے دل صاف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ سمجھتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے ذرائع پیدا ہو گئے ہیں کہ معاملہ کا با آسانی فیصلہ ہو گیا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ فساد اور لڑائی کا موجب بہت کمزور ہوتا ہے اور جب اس کی کمزوری بتا دی جاتی ہے۔ تو فساد دور ہو جاتا ہے۔ بیسوں واقعات جو میرے سامنے آتے ہیں - ان میں شاذ ہی کوئی ایسا ہوتا ہے۔ جس میں حقیقی نقص نظر آئے۔ عموماً" نہایت چھوٹی چھوٹی اور حقیر باتوں پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جو بڑھتا بڑھتا یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اکٹھے نمازیں پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپس میں بولنا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے اس بات کا کہ ایسے لوگوں نے اسلام کے مغز اور روح کو نہیں سمجھا ہوتا۔ جو یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انسان اپنے بھائی کے قصور معاف کرے۔ عفو اسلام کا مغز اور روح ہے سزا محض شرطی طور پر جائز ہے۔ اور اس وقت جائز ہے جب سزا کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ اور اس کے بغیر فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ لیکن نہایت عجیب بات ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں اپنا حق لینا خواہ جبری طور پر ہی لینا پڑے اصل حکم ہے۔ حالانکہ اصل حکم عفو ہے۔ اسلام کہتا ہے جب انسان کسی پر رحم کر سکتا ہے۔ عفو کر سکتا ہے۔ تو معاف کرے۔ ایک ہی موقعہ پر اپنے حق کا مطالبہ جائز ہوتا ہے۔ جب کہ فتنہ و فساد کا ڈر ہو۔ مگر اس کے لئے بھی قواعد ہیں۔ اور ان کی پابندی ضروری ہے۔ جب کوئی دیکھے کہ فلاں نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور وہ اس میں بڑھتا جاتا ہے۔ تو اس کی طرف اوپر کے افسروں اور ذمہ دار لوگوں کو توجہ دلائے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ہماری

جماعت میں جہاں اس قسم کا کوئی معاملہ ہو خلیفہ کو اطلاع دینی چاہئے کہ فلاں نے مجھ سے یہ بد سلوکی کی ہے جسے میں معاف نہیں کر سکتا۔ تب تحقیقات کی جائے گی۔ اگر قصور ثابت ہو گیا اور سزا ضروری سمجھی گئی تو سزا دی جائے گی۔ اور اگر جرم ثابت نہ ہوا تو بتا دیا جائے گا کہ جرم ثابت نہیں ہے۔

اگر اس طرح ہو تو کوئی فتنہ اور کوئی فساد کسی جگہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگ ایک درمیانی چال چلتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو مقابلہ نہ کرنا۔ اور دوسری طرف معاف نہ کرنا۔ یہ حد درجہ کی بزدلی ہے۔ اور اس طرح معاملہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اگر کسی معاملہ کو کوئی شخص چھوڑتا ہے۔ تو پورے طور پر چھوڑے۔ اور اگر نہیں چھوڑنا چاہتا تو چلائے۔ اس کا کیا مطلب کہ اس بات کو دل میں تو رکھے اور منہ سے کہے میں نے اس بات کو جانے دیا۔ اس کا دل میں رکھنا بتاتا ہے کہ اس نے جانے نہیں دیا۔ بلکہ موقع کا منتظر ہے کہ کب موقع ملے تو بدلہ لوں۔ مومن کو ایک طریق اختیار کرنا چاہئے۔ یا تو معاف کر دینا چاہئے۔ اور یا پھر تحقیقات کے لئے ذمہ دار لوگوں کے سامنے لانا چاہئے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں معاملہ معاف کر دیا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ پھر وہ کبھی اس بات کو ذہن میں نہ لائے اور سمجھ لے گویا وہ واقعہ ہوا ہی نہیں لیکن اگر معاف نہیں کرتا۔ تو اس کا فرض ہے کہ اسے چلائے جہاں تک کہ شریعت اجازت دیتی ہے۔ اعلیٰ افسر یا خلیفہ کے پاس اس بات کو پہنچائے اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا یعنی نہ تو معاف کرتا ہے اور نہ آگے چلاتا ہے تو وہ مفسد ہے۔ وہ پھوڑے کو چھپا کر رکھتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ اپنے قصوروار بھائی کو معاف کرتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ پیپ بڑھے۔ اس طرح فساد اور زیادہ بڑھتا ہے۔ لیکن اگر انسان معاف کر دے تو فساد نہیں ہوتا۔ یا اگر معاف نہ کرے بلکہ معاملہ کو چلائے تو بھی فساد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل بات کھل جاتی ہے۔ لیکن ان دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی اختیار نہ کرے۔ تو وہ فسادی ہے۔ اور اس کا حق نہیں ہے کہ کہے میں نے فلاں بات کو اس لئے جانے دیا کہ فساد ہو گا۔ فساد تو اس طرح ہو گا۔

پس میں ایک تو دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ اگر ان کے دل میں سلسلہ کی محبت اور الفت ہے اور وہ سلسلہ کے خیر خواہ ہیں تو جب بھی ان کا آپس میں کوئی اختلاف ہو۔ لڑائی ہو ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ اور اگر معاف نہ کر سکیں۔ تو اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے پیش کریں۔ تاکہ اس کا تصفیہ ہو جائے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ اگر وہ تیسری صورت اختیار کریں گے۔ تو یقیناً اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ فسادی ہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکیں گے۔ بلکہ سزا کے مستحق ہوں گے۔ لیکن ان دو باتوں میں سے بھی کوئی ایک اختیار کرنے والوں

کو نصیحت کروں گا کہ اسلام کا حکم زیادہ تر عفو سے کام لینے کا ہے۔ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کے متعلق فرماتا ہے کہ آپ میں عفو بخشش۔ نرمی اور رافت تھی اور ہمیں فرماتا ہے۔ تمہارے لئے رسول اسوہ حسنہ ہیں۔ نمونہ ہیں۔ پس جو ہمارے لئے نمونہ ہے وہ جب عفو اور بخشش سے کام لیتا تھا تو ہمارا بھی فرض ہے کہ جب کسی بھائی سے قصور ہو جائے تو اسے سزا دینے کے درپے نہ ہوں بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ عفو اور درگذر سے کام لیں۔ مگر عفو اور درگذر کا وہی مطلب ہے۔ جو اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ ڈر کے مارے سامنے تو کچھ نہ کہا۔ اور دل میں اس پھوڑے کو پکاتے رہے۔ جو بھی بزدل ہو گا وہ یہی کرے گا کہ دل سے بات نہ نکالے گا اور موقع تاڑتا رہے گا کہ جب نقصان پہنچا سکے اس وقت اس بات کو نکالے۔ اس سے اگر پوچھا جائے کہ جب یہ بات ہوئی تھی اس وقت تم نے کیوں نہ بیان کی تو کہے گا میں نے سمجھا فساد ہو جائے گا۔ ہم پوچھتے ہیں اگر یہی وجہ تھی نہ بیان کرنے کی تو پھر آج کیوں بیان کی۔ آج فساد نہیں ہوگا۔ پس جو شخص کسی بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور چھ ماہ یا سال کے بعد نکالتا ہے۔ وہ یا تو بزدل ہے اسے سامنے ہونے کی جرأت نہ تھی۔ بزدلی کا نام اس نے عفو رکھ لیا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک نامرد کہے میں عفیف ہوں یا ایک اندھا کہے کہ میں حرص اور لالچ کی نظر سے کسی کے مال کو نہیں دیکھتا۔ یا جس کے ہاتھ نہ ہوں وہ کہے میں نے کبھی کسی کو چپیڑ نہیں ماری تو یہ اس کی کوئی خوبی نہ ہو گی۔ جس بات کی طاقت ہی نہیں۔ اس کے نہ کرنے میں خوبی کیسی۔ پس بزدل ہے جو کہتا ہے میں نے فلاں کو معاف کر دیا۔ اس نے معاف کہاں کیا۔ جب کہ دل میں اس بات کو رکھ لیا۔ ایسا آدمی یقیناً" بزدل ہے یا پھر شرارتی اور مفسد ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ یا تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ یا پھر معاملہ کو چلاتا ہے۔ بات کو ذمہ دار لوگوں کے ذریعہ چلانا شریعت کے خلاف نہیں بلکہ دل میں چھپا رکھنا یا بزدلی سے ڈر جانا یہ شریعت کے خلاف ہے اور پھر یہ اور بھی زیادہ شریعت کے خلاف ہے کہ بزدلی کا نام نیکی رکھا جائے کیونکہ ایک تو یہ گناہ کیا کہ دل میں ایک بات کو رکھا۔ اور پھر دوسرا گناہ یہ کیا کہ اسے نیکی قرار دیا۔ اس طرح دوہرا جرم ہو گیا۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ دو طریقوں سے ایک طریق اختیار کر لیا کریں۔ یعنی اگر وہ کسی کو معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں۔ اور اگر معاملہ کو پیش کرنا چاہیں تو پیش کریں مگر پیش کرنے والوں کے متعلق پھر میں نصیحت کروں گا کہ جہاں تک ہو سکے عفو سے کام لیں۔ کیونکہ محبت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک عفو سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھو ہم اللہ تعالیٰ سے کیا چاہتے اور کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ یہی کہ معاف کر دے۔

اگر ہمیں خدا تعالیٰ سے یہی امید اور توقع ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ خدا کے بندوں سے ہم بھی ایسا ہی سلوک کریں۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے قصور معاف نہیں کرتا۔ اور ہر غلطی پر گرفت کرتا ہے تو اس کا کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ سے عفو کی امید رکھے۔ کیا خدا تعالیٰ اس سے نہ پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کو چھوٹے چھوٹے قصور معاف نہ کئے۔ تو میں تمہارے بڑے بڑے گناہ کیوں معاف کر دوں؟ مگر وہ جو اپنے بھائیوں کے قصور معاف کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کہے گا۔ تم نے انسان ہو کر انسانوں کے قصور معاف کئے۔ پھر میں خدا ہو کر کیوں تمہارے قصور معاف نہ کروں۔ پس اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے۔ تو تمہارا بھی فرض ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرو۔ اگر اس نصیحت کو ہماری جماعت کے سب لوگ مان لیں۔ تو تمام فتنے دور ہو سکتے ہیں۔ اور وہی محبت پیدا ہو سکتی ہے جس کا پیدا کرنا اسلام کی غرض ہے۔ تم لوگ اس وقت اسلام کی نازک حالت کو دیکھو دشمنوں کی کثرت اور ان کے سمجھوتے کو دیکھو اور اپنی جانوں پر رحم کر کے آپس میں اتفاق اور محبت پیدا کرو کیونکہ اس کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دل صاف کرے۔ ان سے ہر قسم کا بغض نکال دے۔ اور ایک دوسرے کی سچی محبت پیدا کرے۔ جو مومنوں کا خاصہ ہے۔

(الفضل ۴ مئی ۱۹۲۶ء)